اسلامی نسائیت، تعبیر نو کا جدید نسائی بیانیہ: ایک تحقیقی جائزہ

Islamic Feminism, Modern Feminist Narrative of Reinterpretation: A Research Analysis

عنبرین علی*

Abstract

Feminism, a global movement which advocates for the rights of Women has evolved in different forms from its origin in the Western societies. It has been challenged and modified from variety of perspectives such as thoughts, culture, class and regions. The global debate on the position of women in Muslim society, which has been largely initiated by the current wave of Islamic revivalism. Muslims and non-Muslims, Islamists and opponents of Islamism, and feminists are playing key role in it.Muslims generally argue that there is an ideal gender prototype in Islam, non-Muslims tend to disagree and emphasize that Islam is hostile to women. Therefore, this paper analyzes the feminist movement in Islam by delving into its origin, development and diversities within the Islamic thought. It explores the new development of feminist notions within the Islamic framework, namely "Islamic feminism ". In the intellectual and academic debate of the 1990s, the expression "Islamic feminism "was used in a number of different places around the globe. Islamic feminism is diverse and varied in its approach to the issue of claiming the rights of Muslim women. This school of thought emphasized the right to engage in interpretation (ijtihad) that promoted gender equality, new roles for women in religious ritual and practice. Islamic feminism is a highly contested term but it has also been widely embraced by both feminist activists and Muslim scholars. Thus, this articles aims to explain the diversity in the discourse of Islamic feminism.it also provides the comprehensive views of western and Muslim scholars.

Keywords: Islamic Feminism, Gender Equality, Reinterpretation.

تہذیب، افراد کے اعمال و کردار، رویوں اور اقدامات، اردگرد کے ماحول اور دنیا کے بارے میں انسانی علم و معلومات کا مجموعہ ہے اور اس میں انسان کا اعتقاد، اقدار اور نظریات خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ اسلامی تہذیب ایمان اور اقدار کو اولیت کے درجے میں شمار کرتی ہے اور اخلاقیات کا ایک کامل نظام پیش کرتی ہے۔

---

* لیکچرر، ادارہ تصوف و عرفانیات، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان / پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ فیلو، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

جدید تہذیب و تمدن اس نظام کے غالب نظریات کو استبدادی، پدرسری اور مسلط کردہ گردانتی ہے اور ان تصورات کے مظاہر، محرکات اور عوامل کی تعبیر نو کو ضروری قرار دیتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے ایک گروہ کا اپنی تہذیبی اقدار و روایات کے بارے میں متشددانہ رویہ اور اس بات کا غماز ہے کہ ہماری تہذیبی روایات دقیانوسی ہیں، ان کی تجدید نو ہونی چاہیئے جبکہ کچھ مکتبہ فکر یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان میں وسعت کے ساتھ کسی قسم کی تبدیلی روا نہیں رکھنی چاہئے کیونکہ شریعت سے ٹکراؤ ہوگا دراصل یہ اُن ارتقائی عوامل کا نتیجہ ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو متاثر کرتے رہے ہیں کیونکہ مغربی تہذیب کی بالادستی نے اسلامی ممالک میں مسلمان قوم کے فکر و عمل پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

وقت، نظریہ و نظام حیات کے ساتھ چلے گا یا نظریہ و نظام حیات، وقت کے ساتھ؟ اس سوال کے وسیع دائرے میں بہت سے مسائل آجاتے ہیں، سوال سامنے آنے کے بعد رویہ کیا اختیار کرنا چاہیے، ایک یہ کہ اسے مسترد کر کے، بغیر توجہ دیے حسب سابق زندگی گزاری جائے، دوسرا یہ ہے کہ وقت اور نظریہ و نظام حیات میں بہتر تطبیق و تعبیر نو کر کے تشکیل جدید سے درپیش مسائل و مشکلات کی تفہیم و حل کی راہ نکالی جائے، تاکہ تصادم کے بجائے باہمی تفاہم و تعمیر کا کام ہو سکے، ظاہر ہے کہ دوسرا طریقہ ہی عقل و افادیت و استفادہ پر مبنی ہے۔ اس سلسلے میں تصور مساوات کا دائرہ سماجی، طبقاتی، علاقائی، وطنی مساوات سے آگے صنفی مساوات تک وسیع ہو گیا ہے۔

عہد حاضر میں مسلم معاشروں اسلامی نسائیت کے جدید بیانیہ کا ظہور ہوا ہے۔ اس بیانیہ کے مطابق قرآن و حدیث کی نئی تعبیر و تشریح کے ذریعے خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نسوانیت سے متعلق نصوص اسلامی کی تشکیل نو کرنے کے لیے جدید تعبیر و تشریح اختیار جاتی ہے۔ اسلامی نسائی مفکرین کے مطابق اسلامی نصوص کی قدیم تشریحات مردانہ بالادستی کے تحت کی گئی ہیں جن کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں پدرسری سوچ غالب ہے۔[1]

---

[1] Mernissi, Fatima.*Women and Islam :A Historical and Theological Enquiry*. (Oxford:Blackwell, 1991.), p.27.

اسلامی نسائیت کے مطابق مغربی تحریک نسائیت مسلمان خواتین کی خواہشات کی نمائندہ تحریک نہیں ہے نیز مسلمان خواتین کو جو حقوق عطا کیے گئے ہیں مسلم معاشروں کے پدر سری ڈھانچے اس سے انکار کرتے ہیں۔ اجتہاد اس تعبیر نو کا ایک اہم عنصر ہے جو ترقی پسند اسلامی صنفی نظریہ اور طرز عمل کی بنیاد ہے۔ بیسویں صدی کے آخری عشرے میں بین الاقوامی سطح پر جامعات میں اسلامی معاشرے میں عورت کے مقام و مرتبے اور مغرب میں تحریک نسائیت کے مذہبی اور سیکولر ماہرین کے درمیان بحث و تحقیق کا قوی رجحان سامنے آیا۔ اسلامی نسائیت کے نام سے موسوم اس مکالمے کے دوران اسلامی نسائیت، مسلم نسائیت، اسلامک سٹیٹ نسائیت کی اصطلاحات بھی متعارف ہوئیں۔ اس عرصے میں مختلف اسلامی ممالک میں مذہبی اور معاشرتی اصلاح کی خاطر اسلامی نسائیت کو ترقی دی گئی۔ ابتداء میں یہ ایجنڈا اصلاحات و تجاویز تک محدود تھا لیکن بعد میں اس نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی۔

مسلم معاشروں میں نسائیت کے متنوع بیانیے:

سویڈش محقق جان ہارپے (Jan Hjarpe) کے مطابق مسلم معاشروں میں نسائیت کے چار بیانیے پائے جاتے ہیں جن میں ملحد، سیکولر، مسلم اور اسلامی نسائیت کے بیانیے شامل ہیں۔

ملحد نسائیت پسندوں کا خیال ہے کہ بنیادی طور پر مذہب عورت دشمن ہے اور نسائی تحریک کی کامیابی کا مدار مذہب کو چیلنج کرنے پر ہی ہے۔ سیکولر نسائیت پسندوں کے نزدیک فیمنزم اور اسلام کے باہمی تعلق کا دارومدار معاشرے میں لبرل اور سیکولر نظریات کے راسخ ہونے پر ہے۔ جس قدر کسی معاشرے میں لبرل تصورات زیادہ رائج اور راسخ ہوں گے اسی قدر وہاں فیمنزم کی جڑیں گہری ہوں گی۔ سیاسی اور جمہوری طور پر غیر مستحکم معاشرے میں حقوق نسواں کی بات کرنا نہایت مشکل ہے۔ البتہ سیکولر نسائیت پسند، فیمنزم کی ترقی و ترویج کے لیے شرعی احکام و عقائد پر غیر ضروری طور پر اعتراضات نہیں کرتے ہیں۔[2]

آزادانہ خیالات کے حامل اور اسلام کو جدیدیت کی شکل میں ڈھالنے کے حامی نسائیت پسندوں کو مسلم فیمینسٹ/ نسائیت پسند کہا جاتا ہے۔ ان کے مطابق ابتدائی صدیوں کے بعد اسلام سے متعلق ہمارے خیالات پر پدر سری کا غلبہ تھا۔ ان کا نظریہ ہے کہ صنفی مساوات کے حوالے سے صرف قرآن کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ

---

[2] Ahmed, M., Kaosar ''Feminist Discourse and Islam: A Critique'' International Review of Social Sciences and Humanities Vol. 6, No. 2 (2014), 1-11 accessed from https://www.researchgate.net/publication/281345268.

قرآن کے علاوہ دوسرے ماخذ پدر سری تصور اور جذبے کے تحت تشکیل پائے۔ قرآن میں ایک طرف تو عرب کی روزمرہ زندگی کے بارے میں بات کی گئی ہے اور دوسری طرف اخلاقیات اور اصول واحکام کو بیان کیا گیا ہے۔ روزمرہ زندگی سے متعلق احکام کی تعبیر نو کی ضرورت ہے۔ دوسری قسم کے احکام واصول وقت کے ساتھ نہیں بدلتے لیکن ان میں بھی مردانہ غلبے کا عکس نظر آتا ہے۔ [3]

اسٹیٹ نسائیت اسلامی تحریکوں سے متعلق یا ماخوذ ہے۔ یہ مذہبی تحریکوں سے وابستہ خواتین کو شناخت دیتا ہے۔ ایرانی محققہ نستار مضانی(Nesta Ramzani) کے مطابق مذہبی تحریکوں سے وابستہ خواتین آخر کار ایک خاص حد تک آزادی حاصل کر لیتی ہیں۔ ایرانی انقلاب کے بعد مختلف شعبوں میں خواتین کے کردار وعمل میں خاصا اضافہ دیکھنے میں آیا البتہ ان امور میں خواتین کی شرکت انقلابی حکومت کی اجازت سے مشروط تھی۔ [4]

اسلامی نسائیت کا بیانیہ:

انیسویں صدی میں مصر میں مسلم نسائیت کی ابتداء ہوئی۔ جدت پسند مسلم محققین مثلاً سید جمال الدین افغانی، مفتی محمد عبدہ، رشید رضا اور قاسم کی تحریروں سے اس کو اخذ کیا جاتا ہے۔ ایرانی شاعرہ طاہرہ انیسویں صدی میں پہلی ماڈرن خاتون تھی جس نے قرآن کی جدید تشریح کی اور کثرت ازدواج، پردہ اور کئی دوسرے امور کی مخالفت کی اور آزادی نسواں کی بات کی۔ ان کے مطابق قرآن عادل وانصاف پسند اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے اس لیے اس میں صنفی مساوات کے برعکس کچھ نہیں ہو سکتا۔ عہد رسالت میں کئی خواتین نے کارہائے نمایاں انجام دیے جن کو فراموش کر دیا گیا۔ قرآن کا آزادانہ جائزہ نسائیت کے لیے معاون ہو سکتا ہے۔

جدید محققین نے قرآن وحدیث کی تعبیر نو کے ذریعے عرب ممالک میں لبرل ازم اور نسائیت کے فروغ کے لیے کوششیں کیں لیکن انہیں نظریاتی طور پر زیادہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ان کوششوں کے نتیجے میں ایک نیا نسوانی تناظر سامنے آیا جس نے ابتداء میں تو اسلامی احکام پر ناقدانہ تصورات پیش کیے

---

[3] Ahmed, M., Kaosar ''Feminist Discourse and Islam: A Critique''2014, p.8.

[4] Ibid.

اور بعد میں تعبیر نو کے ذریعے نسائی پسندیت کے حق میں دلائل اکٹھے کرنے شروع کیے۔ ان محققین میں فاطمہ مرنیسی اور عزیزہ الحبری قابل ذکر ہیں۔

مارگوٹ بدران(Margot Badran)کے مطابق اسلامی نسائیت کا مفہوم مسلم سکالرز کی قرآن وحدیث کی تفہیم پر مشتمل تحریروں سے سمجھا جاتا ہے۔[5] اسلامی نسائیت پسندوں کا اصل موضوع وجودی تقاضوں کے مطابق عدل و انصاف اور اپنے حقوق کا تحفظ ہے۔ اسلامی نسائیت پسند قرآن کی ان آیات سے صنفی برابری کے تصور کو اخذ کرتے ہیں جن آیات میں تمام انسانوں کی مساوات کو ذکر کیا گیا ہے۔ اسلامی نسائیت زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین ومردوں کی برابر شرکت کا حامی ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی امتیاز کا مخالف ہے۔[6] مارگوٹ بدران کے مطابق اسلامی نسائیت عالمگیر تحریک ہے لیکن جدیدیت کے مخالف اسلام پسند اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ صرف وہ اسلام کی درست تفہیم کے حامل ہیں۔ اگر علماء لوگوں کی سوچ میں رکاوٹ نہ بنیں تو لوگ کسی بھی نظریہ کو تسلیم کر لیتے ہیں۔[7]

اکیسویں صدی کے آغاز ۲۰۰۲ء میں مارگوٹ بدران نے اسلامی نسائیت اور حقوق نسواں یعنی فیمنزم کے اشتراک کی حمایت کرتے ہوئے کہا "اسلامی نسائیت حقوق نسواں کا وہ بیانیہ ہے جو اسلامی نظریات سے مطابقت رکھتا ہو"۔ حقوق نسواں کے مسلم کارکنان فیمنزم کی بنیادوں کو اسلامی تعلیمات میں کھوجتے ہیں اور اسے اسلام سے مطابق پاتے ہیں۔ اسی طرز پر یہ خواتین کی تمام شعبوں میں مکمل حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور اپنے بحث میں غیر مسلموں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ مسلم کارکنان کے نزدیک اسلامک فیمنزم، سیکولر فیمنزم سے زیادہ جدید ہے جو اپنے نظریات کی بنیاد قران حکیم پر رکھتا ہے۔ بدران کا دعویٰ ہے کہ اسلامی بنیاد پرستوں نے اسلام کے سیاسی نظام کی تشریح وتوضیح کے تحت اسلام کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کر دیا ہے اور عورتوں پر ظلم اور ناانصافی کو ہی قرآنی تعلیمات سمجھا گیا ہے۔ البتہ اسلام پسند محققین کا خیال ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کا نسائیت سے تعلق نہیں

---

[5] Badran, Margot. "*Islamic feminism: what's in a name?* . Al-Ahram Weekly Online. 17–23. January 2002, Issue No.569. accessed from http://weekly.ahram.org.eg/2002/569/.

[6] Faweett, Rachelle ,''The reality and future of Islamic Feminism'' accessed from https:/www.aljazeera.com/opinions/2013/3/28.

[7] . El-Marshafy, Hana 2014, ''Islamic Feminist Discourse in the Eye of Egyptian Women: A Fieldwork Study '' January 2014,International Journal of Gender & Women 's Studies 2(4):27-50. accessed from http://ijgws.com/journals/ijgws/vol-2.

ہے جیسا کہ سوڈانی اسلام پسند محققہ سعد الفتح البداوی(Su ad al-Fatih al-Badawi)کے مطابق اسلام اور نسائیت دو مختلف چیزیں ہیں۔ [8]

اسماء برلاس(Asma Barlas)کے مطابق اسلامی اور سیکولر نسائیت پسندوں کے درمیان بنیادی طور پر فرق ہے۔ مسلم اکثریت کے حامل معاشروں میں اسلامی عقائد کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے۔ [9] فاطمہ سیدات اسلامی ممالک میں نسائیت پسندی سے متعلق برلاس اور بدران کے خیالات سے مطابقت رکھتی ہیں لیکن ان کے مطابق اسلامی نسائیت کو بطور اصطلاح استعمال کرنا مناسب یا غیر ضروری ہے کیونکہ حقوق نسواں کی تحریک ایک سماجی عمل ہے اور اس کا مقصد محض ذاتی شناخت قائم کرنا نہیں ہے۔ نسائیت اور اسلام کے امتزاج نے کئی تنازعات کو جنم دیا ہے۔ یہ امتزاج قرآن وحدیث کی غلط تفہیم کا باعث بنا ہے۔ فاطمہ سیدات کا ماننا ہے کہ قرآن میں مردوزن سے متعلق قوانین واحکام کی از سرنو وضاحت کی ضرورت ہے لیکن اس عمل کو نسائیت سے جوڑنا کئی مسائل کا باعث بنتا ہے۔ [10]

احمد علیوہ(Ahmad Alewa)اور لاری سلورز(Laury Silvers)کے مطابق پچھلے ڈیڑھ سو سالوں میں کئی ماڈرن سکالرز اسلامی احکام کی ایسی وضاحت کر رہے ہیں جسے وہ مسلم خواتین کے استحصال کے خلاف ایک کوشش سمجھتے ہیں لیکن اسلامی معاشرہ کے عمومی افراد اسے اسلام کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ ان کوششوں میں نئی اسلامی فقہ کی تشکیل، مساجد میں خواتین کی مساوی شرکت اور مختلف اداروں میں اہم مناصب پر خواتین کی تقرری اور دوسرے کئی معاملات شامل ہیں۔

نسائیت پسند تحریکوں اور ان کے نظریات کی تشہیر سے عام خواتین بھی متاثر ہوئیں لیکن انہوں نے اپنے عقائد سے متعلق فکر کرتے ہوئے ان تحریکوں میں شمولیت اختیار نہیں کہ کہیں اس سے ان کے ایمان میں

---

[8] Doumato, Eleanor Abdullah ,''Women and Globalization in the Arab Middle East'' accessed from https://booksgoogle.com.pk/books.

[9] see, Asma Barlas. "Believing Women" in Islam: Unreading Patriarchal Interpretations of the Qur'an. Austin: University of Texas Press, 2002.

[10] Seedat, Fatima ,''Beyond the text: Between Islam and Feminism'' accessed from https://www.researchgate.net/publication/309096091.

فرق نہ آجائے۔ ایک بین الاقوامی تحریک "مساواہ" نے انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی یہ اسلام کے اندر رہتے ہوئے وہ اپنے حقوق طلب کر سکتی ہیں۔ زینیہ انور نے ۲۰۰۹ء میں کوالالمپور میں منعقدہ ایک کانفرنس میں مساواہ کی بنیاد رکھی گئی جس میں 47 ممالک کی دوصد پچاس خواتین نے شرکت کی۔ اس وقت اس تنظیم کی پوری دنیا میں شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اس تحریک کے مطابق مردوں کی جانب سے اسلامی احکام کی تشریح و توضیح کی بدولت معاشرے میں مردوں کو بالادستی حاصل ہے۔ امتیازی قوانین کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ خواتین کو بھی قرآن وحدیث کی تشریح کا مساوی اختیار دیا جائے۔ خواتین اپنے مسائل کو پیش نظر رکھ کر اسلامی نصوص کی توضیحات کریں اور اپنے اپنے خطوں میں اصلاحات کے لیے کوششیں کریں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ قرآنی تعلیمات کی تشریح بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیار پر کرنی چاہیے۔ یہ تنظیم بین الاقوامی برادری سے خواتین کے مسائل کے حل کے لیے مدد کی اپیل بھی کرتی ہے۔[11]

مراکش کی فاطمہ مرنیسی(Fatima Mernissi)، ایرانی نژاد امریکی مؤرخ افسانے نجم آبادی(Afsaneh Najmabadi)، ایرانی نژاد امریکی ماہر بشریات وصنفی امور زیبا میر حسینی(Ziba Mir Hosseini)، ایرانی نژاد امریکی ماہر جینڈر وومن سٹڈیز نیرہ توحیدی(Nayereh Tohidi)، امریکی نو مسلم سکالر امینہ ودود(Amina Wadud)، امریکی نسائی وصنفی امور کی مؤرخ مارگوٹ بدران(Margot Badran)، مصر کی لیلیٰ احمد، پاکستان کی اسماء برلاس، ملائیشیا کی زینہ انور اسلامی نسائیت کی حامی خواتین شمار کی جاتی ہیں۔ سیاسی شخصیات میں آذربائیجان کی لالہ شوکت، پاکستان کی بے نظیر بھٹو، اردن کی ملکہ رانیہ، سینیگال کی مامی میڈیئر بوائے(Mame Madior Boye)، ترکی کی تانسو چلر(Tansu Ciller)، کوسوو کی کاکوشا جسری(Kaqusha Jashri)، انڈونیشیا کی میگاوتی(Megawati Sukarnoputri) اور بنگلہ دیش کی خالدہ ضیاء جیسی خواتین اسلامی نسائیت کی حمایتی خواتین کے حوالے سے ذکر کی جا سکتی ہیں۔

مسلم معاشروں میں عدم مساوات کے خاتمے کے لیے صنفی سرگرمی کا نتیجہ بالآخر اسلامی نسائیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسلامی نسائیت کے ابتدائی نظریہ نگاروں کو مذہبی نصوص کی متبادل تعبیرات فراہم کرنے والے رجحانات کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا کیونکہ وہ پدرانہ سوچ کے خلاف تھے۔ نیز مسلم معاشروں میں ایسے لوگ بھی

---

[11] https://sistersinislam.org/who-we-are/accessed on 27 november2022

موجود ہیں جو اسلامی نسائیت کو ایک مغرب پسند اور آزاد خیال تحریک سمجھتے ہیں جس کا اسلام میں کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ صرف مسلمان خواتین ہی نہیں ہیں جو صرف مذہب کے ذریعہ نسائی نظریات کو متحرک کرتی ہیں۔ دنیا کے دیگر بڑے مذاہب نے بھی ایسا ہی کیا ہے لیکن بنیادی طور پر مغربی فیمنزم / حقوق نسواں سیکولر رہا ہے اور مغربی معاشروں میں مذہب کا کردار اتنا مضبوط نہیں رہا جتنا مسلم معاشروں میں اس کو اہمیت حاصل رہی ہے۔[12]

نوے کی دہائی کے ظہور سے ہی اسلامی نسائیت زیر بحث ہے جس کے بارے میں شمالی امریکہ کی یونیورسٹیوں میں دو بڑے گروہ پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کے نمائندہ سکالرز میں مریم کوک، مار گوٹ بدران، افسانے نجم آبادی، زیبا میر حسینی اور نیرہ توحیدی شامل ہیں۔ یہ گروہ اسلامی نسائیت کو حقوق نسواں کی تحریک کے طور پر قبول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسلام میں خواتین کے حقوق اور مقام و کردار سے متعلق روایتی علماء، مغربی مسلم خواتین اور نسائیت کے قائم کردہ مفروضات میں بہت واضح اختلافات اور تضادات موجود ہیں۔ اسلامی نسائیت ایک پل کے طور پر ان مختلف خیالات کے حامل گروہوں کے لیے ایک مرکز اور درمیانی راستہ فراہم کرتا ہے۔

اسلامی نسائیت کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی متون کی تشریح و توضیح سب مردوں کے ہاتھ میں ہے جبکہ خواتین کو بھی اس شعبہ میں شرکت کرنی چاہیے اور یہ اسلامی نسائیت کے ذریعے سے ممکن ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان امتیازات کے خاتمے کے لیے مسلمان خواتین کے لیے اسلامی نسائیت ہی قابل عمل اور قابل تقلید ہے کیونکہ یہ سیکولر نہیں ہے بلکہ سیکولرازم اور مذہب کے درمیان ایک مشترکہ میدان فراہم کرتا ہے۔ اصلاحات کی طرف لے جانے والا ایک راستہ ہے جو خواتین کے حقوق کی حفاظت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ان کے مطابق آج کے جدید معاشروں میں اصلاح، ترقی اور جدیدیت کے لیے اسلامی نسائیت ضروری ہے۔ اسلامی نسائیت ایک طرف مذہب اور مذہبی سرگرمیوں کو فیمنسٹ تحریک میں ضم کرتا ہے اور دوسری طرف مذہبی حلقوں کو بھی اپنے اندر ضم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔[13]

---

[12] Badran, Margot. *Feminism in Islam : Secular and Religious Convergences.*(Oxford: Oneworld, 2009).

[13] Moghadam, Valentine, M. ''Islamic Feminism and its Discotents : Towards Resolution of the Debate''. accessed from https://tavanna.org.

اسلامی نسائیت کی وکالت کرنے والے سکالرز کے مطابق اسلامی نسائیت کے نظریات کی تائید قرآنی اصولوں میں موجود ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ جدید معاشرتی وسماجی تقاضوں کے مطابق قرآن سے صنفی مساوات کو ثابت کیا جائے۔ مذہبی ذرائع علم کو اس طرح ری کنسٹرکٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ مردانہ بالادستی واضح ہو اور عورت کے نقطہ نظر کی تائید ہو اور متحرک صنفی طرز عمل کے لیے مکالمے کی فضاء پیدا ہو جس کے بعد معاشرتی انصاف کے حصول کے لیے کوششوں کو جواز مہیا ہو سکے۔

ان سکالرز کے برعکس اسلامی نسائیت کے ناقدین کا خیال ہے کہ اسلام اور نسائیت دو مکمل طور پر مختلف چیزیں ہیں جو کبھی ایک نہیں ہو سکتی ہیں۔ اسلامی نسائیت متضاد اور متناقض خیالات کا مجموعہ ہے۔ اس خیال کے حامل گروہ میں ایرانی نیشنل یونین کی بانی ڈاکٹر ہائیدے موگیسی، ایرانی نژاد ماہر وومن وجینڈر سٹڈیز شہرزاد موجاب اور مغیدم شامل ہیں۔

ڈاکٹر موگیسی کا کہنا ہے کہ جدید تعبیر و تشریح کے ذریعے اسلامی نصوص کو جتنا بھی موڑ اور گھما لیا جائے پھر بھی صنفی مساوات اور قرآنی تعلیمات میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ سیاسی حکمرانی اور ریاستی معاملات کے دوران اسلامی ثقافت اور جمہوریت کی کثرتیت اور تنوع میں مطابقت پیدا نہیں کی جا سکتی۔ اسلامی نسائیت سے ہٹ کر ڈاکٹر موگیسی متجددین کے خلاف نہیں ہیں جو روایتی مذہبی حلقوں کی غلطی ثابت کرنے کے لیے جدید تشریحات کرتے ہیں۔ موگیسی اسلامی نسائیت کو بنیاد پرستی کا متبادل ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ اسے بیرونی نقطہ نظر اور مغربی ایجنڈا قرار دیتی ہیں۔ ان کے مطابق اسلامی فیمنسٹ مختلف الخیال اصلاح پسند ہیں جو پدرسری کے خلاف کوئی کامیاب کوشش نہیں کر سکے ہیں اور اسلام کے غیر مساویانہ صنفی معاملات کو ہی قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ اپنی ثقافت کے بارے میں فیمنسٹ کے طور پر خاموش رہنے کی بجائے بنیاد پرست حکومتوں پر تنقید کرنی چاہیے لیکن اس میں ایسا راستہ اور طریقہ اختیار کیا جائے کہ مغربی ایجنڈے کو تقویت نہ ملے۔ مسلم اصلاح پسندوں کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر موگسی اور دوسرے سیکولر فیمنسٹ حقوق نسواں کی کسی تحریک کے ساتھ اسلامی شناخت کے لیے کوئی ایک لفظ بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔ وہ اسلام کو تشدد پسند، عورتوں کے حقوق کا دشمن اور جنسی تعصب کا حامل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[14]

---

[14] Moghadam, Valentine, M. ''Islamic Feminism and its Discotents : Towards Resolution of the Debate''. accessed from https://tavanna.org.

امریکی مسلم محققین میں صرف اسلامی نسائیت کی اہمیت زیر بحث نہیں بلکہ اس کے وجود کے بارے میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ اس کو ایک نظریہ اور تحریک کے طور پر تسلیم کرتا ہے جبکہ دوسرا گروہ اس کے وجود کا ہی انکار کرتا ہے کیونکہ وہ گروہ سمجھتا ہے کہ یہ متضاد بیانات کا مجموعہ ہے اور اسلام اور نسائیت کے درمیان کوئی علاقہ ربط نہیں ہے۔ اسلامی نسائیت پر تنقید اس وجہ سے بھی کی جاتی ہے کہ یہ اصلاح پسندوں کو ایک طرح سے راستہ فراہم کرتا ہے جسے پدرسری کے ساتھ سودے بازی گردانا جاتا ہے۔[15]

تیسرا نقطہ نظر ان مسلمان محققین کا ہے جن کے مطابق اسلام کو نسائیت کا لیبل استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ اسلام میں ہر قسم کے جبر کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت کا حامل نظام پایا جاتا ہے۔ ان کے خیال میں اسلامی نسائیت کے حامی قرآن کی جدید تعبیر و تشریح سنت اور حدیث کے بغیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ قرآنی آیات کی جدید تعبیر و تشریح میں سنت اور حدیث ان کے آڑے آتی ہے۔ ان کے اس طریقہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اسلامی نسائیت پر مشتمل تحریریں متضاد بیانات کی حامل ہوتی ہیں کیونکہ ان کا ماخذ بیک وقت سیکولر نسائیت، لبرل ازم اور اسلامی لٹریچر ہوتا ہے۔ اس طریقہ سے واضح نہیں ہوتا کہ ان کا مقصد کیا ہے اور وہ کس سے مخاطب ہیں۔

اسلامی نسائیت کے لیے ایک مسئلہ یہ ہے کہ یہ ایک لائحہ عمل کی بجائے محض ایک بیانیہ ہے۔ اسلامی نسائیت کی نمائندہ خواتین میں سے اکثر کا تعلق یورپ اور شمالی امریکہ سے ہے۔ ان کی سوچ کا ماخذ پوسٹ کالونیل ہے لیکن وہ مسلم ممالک کے مسلم معاشروں کی خواتین کی نمائندگی کا دعویٰ کرتی ہیں اور ان کی مذہبی اور روایتی معاشرت کو ان کے حقوق کا مخالف قرار دیتی ہیں۔ وہ ان معاشروں کی نمائندگی تو کرتی ہیں لیکن اس معاشرے میں ایک دن بھی رہنے کو تیار نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جس طبقہ کی نمائندگی کرنے کی کوشش کرتی ہیں اس سے عملی اور فکری طور پر بہت دور ہیں۔ وہ مسلم معاشرے کے اندر جس ظلم اور جبر کا ذکر کرتی ہیں خود کبھی انہوں نے

---

[15] Ibid.

اس کا سامنا نہیں کیا بلکہ صرف اسلامی شناخت کو استعمال کرتی ہیں۔ اس طرح یہ نسائیت ٹرانس نیشنل نسائیت بن جاتی ہے اور ان کا ایجنڈا پروپیگنڈا سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی نسائیت کے قائلین اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے جن مذہبی متون کو استعمال کرتے ہیں اسی مذہب پر شدید تنقید بھی کرتے ہیں۔ جن خواتین سے متعلق وہ بات کرتے ہیں ان کا نسائیت سے تعلق ہی نہیں ہے۔ ان کا تعلق اسلامی تہذیب وثقافت سے ہے۔ اس طرح اسلامی نسائیت صرف نعروں کی حد تک محدود ہے جس میں صرف یہ اقرار کرنا ضروری ہے کہ وہ مسلمان فیمنسٹ ہیں۔ یعنی عملی طور پر مسلم معاشروں میں اسلامی نسائیت کا وجود ہی نہیں ہے۔[16]

بعض مسلم محققین کے مطابق اسلامی نسائیت، سیکولر نسائیت سے زیادہ ریڈیکل ہے جو عوامی شعبوں کے ساتھ نجی شعبوں میں بھی حقوق کا متقاضی ہے۔ اسلامی نسائیت کا مطالبہ کہ عورتوں کو ریاست اور نماز میں امام ہونا چاہیے سیکولر نسائیت کا مطالبہ نہیں ہے۔ اسی طرح اسلامی نسائیت خاندان میں تمام معاملات میں مردوں کے مساوی حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسلامی سوشلزم، اسلامی لبرل ازم کی طرح نسائیت کے ساتھ بھی لفظ "اسلامی" محض ایک سابقے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلامی شناخت اور عملی طور پر اس کا اسلام یا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا مقصد صرف قانونی اصلاحات، متون کی نئ تعبیر و تشریح اور صنفی مساوات ہے۔ اس میں اسلام یا مذہب کا ہرگز وہ مطلب نہیں لیا جاتا جو واقعی اسلام یا مذہب کی منشاء ہے۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ اس کے حامی ذیلی موضوعات پر کیا انفرادی رائے رکھتے ہیں اور ان کی سوچ کا حقیقی ماخذ کیا ہے۔ روایتی مذہبی حلقوں کا خیال ہے کہ اس کا جھکاؤ لبرل ازم کی طرف زیادہ اور مذہب کی طرف کم ہے۔ جبکہ اسلامی فیمنسٹ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر اسلام سے ان کی وابستگی نہ ہوتی تو مغربی اور سیکولر فیمنسٹ ان کی مخالفت کیوں کرتے جن کے مطابق اسلام اور نسائیت دو مختلف چیزیں ہیں۔

اسلامی نسائیت سے بڑھتی ہوئے دلچسپی اور اس کے اثرات کا دائرہ پھیلنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس سے متعلق تمام براہین و دلائل کے قرآن اور اسلامی تعلیمات پر مرکوز ہونے کے باوجود نسائیت پسندی کے عالمی معیاروں اور خواتین سے جڑے ہوئے علاقائی مذہبی معاشرتی مسائل کی آمیزش بھی اس میں موجود ہے۔ تاہم، یہ

---

[16] Djellout, Ghaliya ''Islamic Feminism: A Contradiction in terms? 2018. accessed from https://www.curozine.com.

خیال بھی ظاہر کیا جاتا رہا ہے کہ نسائیت کے نظریوں اور بیانیوں کا مرکز مذہب نہیں بلکہ صرف خواتین کو ہونا چاہیے۔ مُغیدم کہتی ہے کہ نسائی نقطۂ نظر سے اس نظریے کی حمایت مشکل ہے کہ صرف اسلام کے دائرے میں ہی خواتین کو ان کے حقوق حاصل ہو سکتے ہیں، یہ ایک بنیاد پرست نظریہ ہے[17]۔ جبکہ الشرمانی کے لفظوں میں، اسلامی نسائیت کو علمی بیانیوں یا سیاسی تحریک کی حیثیت سے اتنی جلد قبول یا رد کر دینا ممکن نہیں ہے[18]۔ عام نسائیت پسندوں اور مسلمانوں کے درمیان اسلامی نسائیت اپنی ابتدا سے ہی بحث و مباحثہ کا موضوع بنی رہی ہے اور دونوں ہی نے اسے دو متضاد نظریات کی شکل میں بھی دیکھا ہے۔[19]

اسلامی نسائیت کے مخالف دو الگ الگ گروہ ہیں۔ ایک جماعت قرآن تعبیر نو کرتی ہے اور معاشرتی اور سیاسی تناظر میں خواتین کے مفادات کا تجزیہ کرتی ہے۔ یہ بنیادی طور پر حقوق نسواں کے مفکرین کی جماعت ہے جو قرآن کی تفسیر کو سمجھتے ہیں اور ان کی ترجمانی کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ مسلم خواتین کی موجودہ صورتحال میں اسلام کی بجائے سیاسی و سماجی عوامل کار فرما ہیں۔ اور دوسرا گروہ خاص طور پر مغربی فیمنسٹوں پر مشتمل ہے جو مغربی افکار اور ثقافت کے پابند ہیں اور ان میں سیکولر مسلمان خواتین بھی شامل ہیں جو کہ فیمنزم کے فروغ میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ”اسلامی تعلیمات کی رو سے تمام مسلمان خواتین مظلوم ہیں۔“[20]

مغربی مسلم نسائیت پسندوں کا بیانیہ:

۲۰۰۰ء میں امریکن اسلامک ریلیشنز کونسل نے خواتین کی الگ نماز کے لیے مساجد میں مخصوص کردہ جگہوں کے بارے میں سروے کیا تو مسلم نسائیت پسندوں کے ایک گروہ نے مطالبہ کر دیا کہ انہیں بھی مساجد میں

---

[17] Moghadam, Valentine M. ,Islamic Feminism and its Discontents: Toward a Resolution of the Debate. Signs: Journal of Women in Culture and Society, 2002, vol. 27, no. 4., 1135-1171.p.1165.

[18] Al-Sharmani, Mulki, Islamic Feminism: Transnational and national reflections.Approaching Religion Vol.4, No.2. December 2014,92 .

[19] Tonnessen, Liv. Islamic Feminism: A Public Lecture,(Sudan: University of Bergen,2014), p.2.

[20] King ,J.S, Islamic Feminism vs Western Feminism: Analyzing the Conceptual Conflict.(New Britain Connecticut: Department of International and Area Studies. 2003).

نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ ۲۰۰۳ء میں اسراء نعمانی نے مغربی ورجینیا کے ایک ٹاؤن کی مسجد میں عورتوں کے لیے مخصوص دروازے سے داخل ہو کر مسجد میں الگ نماز ادا کرنے کے اصول کو چیلنج کیا اور کہا کہ مسجد میں عورتوں کے مردوں سے الگ کرنا صنفی امتیاز اور تعصب پر مبنی سوچ ہے۔ اس قسم کے احتجاج کے بعد کئی مسلم تنظیموں نے عورتوں کی مسجد میں نماز کی ادائیگی میں کئی سہولیات کا اضافہ کیا۔[21]

مارچ ۲۰۰۵ء میں امریکی نو مسلم سکالر امینہ ودود نے نیویارک میں ایک مخلوط اجتماع میں نماز جمعہ کا خطبہ دیا اور امامت کی۔ اس واقعہ نے ایک اور تنازع کھڑا کر دیا۔ اسراء نعمانی کی سربراہی میں ایک تنظیم مسلم ویمن فریڈم ٹور نے اس معاملے میں سرپرستی کی اور اس موقع پر ایک خاتون نے ہی جمعہ کی نماز کے لیے اذان دی۔ اس اجتماع کے انعقاد کے لیے وجہ کئی مساجد کی انتظامیہ کے انکار کے بعد ایک چرچ کے احاطے کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا گیا۔ اس موقع پر کثیر تعداد میں صحافی اور کیمرہ مین موجود تھے جن کے پریشر کی وجہ سے امینہ ودود قرأت میں غلطی کر بیٹھیں۔ عالمی میڈیا نے اس واقعہ کی خوب تشہیر کی اور اسے صنفی مساوات کے حوالے سے مسلمانوں کے درمیان ایک بڑی بحث کا نقطہ آغاز قرار دیا۔ کئی جدید مسلم محققین نے اس عمل کی حمایت کی جن میں مصر کے جمال البناء، ہاورڈ یونیورسٹی کی پروفیسر لیلیٰ احمد، نوٹری ڈیم یونیورسٹی کے پروفیسر ابراہیم الموسیٰ اور کیلیفورنیا کے پروفیسر خالد ابو الفضل شامل ہیں۔[22] یوسف القرضاوی، شیخ طنطاوی سمیت کئی علماء نے اس عمل کی شدید مخالفت کی۔ شمالی امریکہ کی فقہی کونسل کے سربراہ مزمل صدیقی اس عمل کو ناجائز قرار دیا اور کہا کہ امامت کے اہل صرف مرد حضرات ہی ہیں۔[23]

امینہ ودود قرآنی آیات کے حوالے سے دنیا آخرت دونوں میں مرد و زن کے درمیان کلی مساوات کی شدت سے حامی ہیں، انھوں نے مرد و عورت کی مشترکہ جماعت کی عورت کی طرف سے امامت کر کے خاصی ہلچل مچا دی تھی، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مرد و زن کی برابری کے سلسلے میں کس حد تک آ گئے ہیں۔ انھوں نے کثیر تعداد میں

---

[21] Noumani. Asra Q. ‘’Let these women pray’’BEAST World News. accessed from https://Web. Archive.org/web/20110518000448.

[22] Elliote, Andrea ‘’Woman Leads Muslim Prayer Services in New York ‘’ The New York Times March 19, 2005. accessed from http://nytimes.c0m/2005/03/19/nyregion.

[23] Elewa Ahmad & Laury Silvers (2015) ‘’I am one of the people : A survey and analysis of legal arguments on Women-Led prayer in Islam’’ accessed from https://www.cambridge.org/core/journals/journal of law and religion/articles.

آیات پیش کر کے مساوات مرد و عورت کے متعلق ایک خاص طرح کا نقطہ نظر پیش کیا۔ نیز ان احکام قرآنی کو بھی مرد وزن کی برابری کے اثبات میں پیش کیا ہے، جن میں تفریق کی سرے سے کوئی بحث و سوال نہیں ہے۔

۲۰۰۷ء میں ناروے کی فلم ساز دیا خان نے خواتین کے حقوق کی آواز بلند کرنے کے لیے سسٹر ہوڈ(Sister-hood)کے نام سے بین الاقوامی پلیٹ فارم کی بنیاد رکھی۔ ایک گلوبل آن لائن میگزین کے اجراء کے ساتھ ایشین میڈیا ایوارڈز نے ۲۰۱۶ء میں حقوق نسواں کی آواز کے لیے بہترین ویب سائٹ قرار دیا۔ کئی ممالک میں اس تنظیم کے سفیر اور کارکن موجود ہیں جو فلم، فیشن اور میگزین کے ذریعے اپنی آواز دنیا بھر میں پہنچاتے ہیں۔[24]

۲۰۱۵ء میں اسراء نعمانی کی سربراہی میں مسلم ریفارم موومنٹ نے واشنگٹن میں پیش کردہ ایک اعلامیے میں مشرق وسطیٰ کے انتہا پسند گروہوں سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور تمام امور میں مساوی حقوق نسواں کی حمایت کا اعادہ کیا اور جنسی تعصب کو مسترد کرنے کا اعلان کیا۔[25]

مرد و خواتین کے لباس سے متعلق اسلامی احکامات پر یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ فرد کی ذاتی پسند ناپسند پر پابندی لگانا ہے جو کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ان کے مطابق مسلم خواتین کسی بھی قسم کا لباس پہن سکتی ہیں۔ پردہ اور حجاب کی مخالفت کرنے والا مسلم ریڈیکل گروہ بہت کم تعداد میں ہے جس کی ترجمانی الجیرین نژاد فدیلا عمارہ(Fadela Amara)تیونس کے الہادی مہینی (Hadi Maheni)کرتے ہیں ۔ فدیلا عمارہ فرانس کے انتہا پسند سیکولر عناصر کی حمایت میں کتب اور آرٹیکل لکھتی ہیں۔ ۲۰۰۹ء میں انہوں نے حجاب کے خلاف بننے والے کمیشن کو اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ وہ حجاب کو خواتین کی آزادی اور حقوق کا کفن قرار دیتی ہیں۔ حجاب کے حوالے سے اس نے اپنی کتاب میں لکھا کہ پردہ خواتین کی محکومی کی واضح علامت ہے اور فرانس کے پبلک سکول

---

[24] Emmy award winning filmmaker Deeyah Khan launches online magazine sister-hood aimed at giving muslim women a voice ‘’ news.com.aujune 6, 2016. accessed from https://www.news.com.au/lifestyle.

[25] Muslim Reform Movement embraces secularism and universal human rights ‘’ Dec, 8 (2015) national secular society. accessed fro https://www. Secularism.org.uk/news 2015/12.

سسٹم میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سکارف پہننے والی لڑکیوں کو انتخاب اور آزادی کا مطلب سمجھایا جائے تاکہ وہ سکارف سے انکار کرنا سمجھ لیں۔ نسائی ماہرین کی طرف سکارف کی حمایت پر اس کا کہنا تھا کہ سکارف کے بغیر بھی مسلمان رہنا ممکن ہے۔ دوپٹہ مذہب کی وجہ سے نہیں بلکہ خاندانی دباؤ کی وجہ سے اوڑھا جاتا ہے۔[26] الہادی مہینی فرانس کی طرح تیونس میں بھی سکارف اور حجاب پر پابندی کی حمایت کرتے ہیں۔ ان کے مطابق حجاب کو قبول کرنے کے بعد مسلم خواتین کی کئی اور آزادیاں بھی سلب ہو جائیں گی اور ہمیں انہیں قبول کرنا پڑے گا۔[27]

اسلامی نسائیت اور مغربی نسائیت کا موازنہ:

اگرچہ مسلم نسائیت پسندوں اور مغربی باشندوں میں بہت زیادہ اختلافات ہیں لیکن مسلم نسائیت پسند خواتین کے کچھ اہداف مغربی نسائیت پسندوں کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر طلاق تک مساوی رسائی، بچوں کی حضانت میں یکساں حقوق، اور مساوی وراثت وغیرہ جیسے معاملات میں دونوں ایک جیسے خیالات رکھتے ہیں دونوں ہی خواتین پر ظلم کی مذمت کرتے ہیں۔ دونوں اصرار کرتے ہیں کہ خواتین اپنی جائیداد کی ملکیت رکھ سکیں اور اپنی مرضی کے مطابق اس کو استعمال کر سکیں۔[28] اسلامی نسائیت اور مغربی حقوق نسواں مختلف امور میں متصادم بھی ہیں۔ نظریاتی اساس میں اسلامی نسائیت اور تحریک حقوق نسواں کی بنیاد ایک نہیں ہے۔ اسلامی نسائیت کو اسلام کے مقدس متون سے کی دوبارہ ترجمانی کرتے ہوئے اپنی تحریک جاری رکھنے کا جواز حاصل ہے جبکہ دوسری طرف مغربی حقوق نسواں نے کسی بھی مذہب سے قطع نظر سوشلسٹ نقطہ نظر سے ان کے جواز کو بنیاد بنایا ہے۔ لہذا دونوں پہلے ایک ہی گراؤنڈ میں نہیں ہیں کیونکہ ان کی بنیاد ایک جیسی نہیں ہے۔ خاندانی تعمیر کے لیے اسلامی نسائیت میں مسلمانوں کی شادی بہترین طریقہ ہے اور اس میں فرد اور معاشرے دونوں کے لیے مختلف فوائد ہیں۔ جبکہ دوسری طرف، مغربی ماہر نسواں سمجھتے ہیں کہ، یہ مرد کا خواتین کو ماتحت رکھنے کا طریقہ ہے اور اس کے منفی نتائج بر آمد ہوتے ہیں کیونکہ شادی کے خیال سے خواتین کی انفرادی آزادی کو ختم کیا جاتا ہے۔[29]

---

[26] Hussain Tasaddaq ‘’Muslim woman who veil and article 9 of the European Convention on Human Rights: A socio-legal critique ‘’. accessed from https://clock.uclan.ae.uk.

[27] Ghetto warior ‘’ The Guardian , July 17, 2006. accessed from https://www.theguardian .com/world/2006/july/17/france. politicsphilosophyandsociety.

[28] Mir-Hosseini, Ziba. ,“Beyond ‘Islam’ vs. ‘Feminism’”, *IDS Bulletin*, 2011, 42 (1) : 67-77.

[29] King ,J.S., Islamic Feminism vs Western Feminism: Analyzing the Conceptual Conflict.

مغربی نسائیت پسند جنسی آزادی پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہ انسانی فطرت کے مطابق غور کرتے ہیں۔ انسان کو بغیر کسی قانونی ضابطہ کے ایک دوسرے کی طرف راغب کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ بھی ہم جنس تعلقات اور شادی پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام بغیر کسی شادی کے جنسی تعلقات کی منظوری نہیں دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ "ہم جنس پرستی" کے نظریے کو بھی مسترد کرتا ہے۔ اسلامی نسائیت پسند اسلام کے ان نظریات اور قواعد کی حمایت کرتے ہیں اور آزادانہ جنسی تعلقات کی اجازت نہیں دیتے ہیں جو مغربی تحریک نسواں کے اصولوں کے منافی ہیں۔

مغربی حقوق نسواں کا مطالبہ ہے کہ مرد اور عورت کے مابین وراثت کے حقوق کو برابر کیا جانا چاہئے۔ دوسری طرف چونکہ اسلامی وراثت کے قانون نے تقسیم کے لیے ایک مقررہ نظام فراہم کیا ہے اسلامی نسوانیت پسند اس پر عمل پیرا ہیں۔ اگرچہ اسلامی وراثت کی تقسیم خواتین کو مساوی حق نہیں دیتی لیکن مجموعی منظرنامے پر غور کرنے سے یہ حقیقت میں مردوں سے زیادہ خواتین کو فائدہ پہنچارہی ہے۔ "بیوی" کو اسلام کے ذریعہ 'شوہر کی جائیداد پر اختیار دیا ہے اور اور اس کے نان نفقہ کے لیے مرد کو فرائض ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور دوسری طرف، شوہر کو بیوی کی کمائی پر اختیار نہیں دیا ہے اس طرح وراثت کے قوانین کی بھی مختلف تشریحات موجود ہیں جن سے یہ مردوں کے مقابلے میں خواتین کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔ اسلامی نسائیت پسندوں کی نظر میں ایک مسلمان عورت معاشی، سیاسی، سماجی حقوق کو حاصل کرنے کے لیے اپنے خاندان سے تعلقات کو نظرانداز نہیں کرے گی۔ وہ کنبہ کو تباہ کرنے کے بجائے خاندان میں مساوات پر یقین رکھتے ہیں۔ دوسری طرف مغربی باشندے سمجھتے ہیں کہ خواتین کو ہر ایسی معاشرتی پابندیوں سے آزاد رہنا چاہئے جو ان کی انفرادی و معاشی خودمختاری کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ انفرادی آزادی کو ہر دوسری چیزوں کے مقابلے میں ترجیح دیتی ہے۔ [30]

نسائی تحریکوں کی وجہ سے مغرب کی خواتین کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مغربی معاشرے میں بھی اس پر تنقید کی جاتی ہے۔ ایک عام رجحان ہے کہ حقوق نسواں کی تحریکیں سیاہ فاموں اور مختلف

---

[30] King ,J.S., Islamic Feminism vs Western Feminism: Analyzing the Conceptual Conflict.

مذہبی خواتین کی نسبت بنیادی طور پر سفید فام خواتین کی ضرورت کو تسلیم کرتی رہی ہیں اور اسے ظلم کا دوسرا ورژن سمجھا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مغربی حقوق نسواں کا دعویٰ ہے کہ وہ خواتین کے مساوی حقوق کو یقینی بنانا چاہتے ہیں لیکن وہ دنیا کی تمام خواتین کو مختلف ثقافتوں، نسلوں اور ممالک سے متحد کرنے کا رجحان نہیں رکھتے ہیں۔ وہ (مغربی ممالک) دنیا کی دیگر تمام خواتین کے درمیان اپنی حیثیت کو اولین مقام پر رکھنا چاہتے ہیں۔ مغربی فیمنسٹ اپنی سوچ کو دوسری ثقافتوں پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق مغربی ثقافت ہی ان سب کا حل ہے۔ مغربی نسائیت پسند مذہبی اور تہذیبی پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہیں جس سے مختلف ثقافتی اور مذہبی اقدار کی خلاف ورزی ہوتی ہے نیز مغربی تحریک نسائیت قدرتی تعمیر کو بھی نظر انداز کرتی ہے۔[31]

"ہائبرڈ فیمینزم" کی اصطلاح ابھی نئی ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہما احمد گوش (۲۰۰۸ء) نے پہلی بار اسلامک اور مغربی فیمینزم کے مابین باہمی اشتراک کی وضاحت کی ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ اگر دو متضاد وجودوں کا ادغام کیا جا سکے تو صورتحال بہتر ہوگی۔[32] مثال کے طور پر حلیہ اشرف نے ایران کی صورتحال کو اس طرح بیان کیا:
" اسلامی نسوانیت پسند اسلام کے تناظر میں حکومت سے مذاکرات کرتے ہیں۔ دوسری طرف، سیکولر نسائیت پسند جو مغربی تحریک نسواں کی پیروی کرتے ہیں انسانی حقوق کے طور پر غور کرتے ہوئے حکومت کے ساتھ مذاکرات کی کوشش کرتے ہیں۔ بہر حال دونوں گروہوں کو جو ضرورت ہے وہ خواتین پر ہونے والے ظلم کو ختم کرنا ہے۔"[33]

مسلم خواتین کی زندگی میں مذہب ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مسلم معاشروں میں نسائیت میں سیکولر روایت کا آغاز انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہوا۔ بنیادی طور پر افریقہ اور ایشیاء میں نوآبادیات اور فروغ پذیر جدیدیت کے خلاف جدوجہد کے عروج کے دور میں سامنے آیا۔ تحریک نسائیت کے حوالے سے ان کا ایجنڈا مذہبی وابستگی سے بالاتر ہوکر مساوات پر مبنی رہا ہے۔ انہوں نے شہریوں کی سماجی و سیاسی مساوات کی وکالت کی۔ تحریک نسواں کا اسلامی نسائیت کی صورت میں ظہور نسبتاً حال ہی میں بیسویں صدی کے اواخر میں ہوا ہے۔

---

[31] Galloway, S. D., The Impact of islam as a Religion and Muslim Women on Gender Equality: A Phenomenological Research Study. (Florida: Nova Southeastern University College of Arts, Humanities, and Social Sciences. 2014).

[32] Ahmed Ghosh, H., 2008. Dilemmas of Islamic and Secular feminists and Journal of International Women's Studies, 931, 99-116.

[33] Haleh Ashraf,Islam and Feminism. 1998.

اسلامی نسائیت کے معنی میں کسی روایتی مذہبی اصطلاح کا استعمال نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس میں صنفی مساوات سے متعلق جدت پسند مذہبی تاویلات کے ذریعے معاشرے کو تشکیل دیا جائے۔ مسلم نسائیت پسندوں کے مطابق روحانی طور پر اسلامی نسائیت سیکولر اور اسلام مخالف نہیں ہے۔ یہ معاشرتی اصلاحات پر مرکوز ہے اور اس کا مقصد صنفی توازن پیدا کرنا ہے۔ مسلم و سیکولر نسائیت پسند صنفی مساوات کی تکمیل اور مساوات کے ذریعہ پدرانہ اقتدار کو شکست دینے کے لیے اسلام اور اسلامی طرز عمل پر از سر نو تصور کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں ۔ اسلامی نسائیت بین الاقوامی بیانیہ ہے۔ مسلم اکثریت اور غیر اکثریتی ریاستوں میں یکساں طور پر مضبوط اسلامی نسائیت پسندی ملتی ہے۔ بہر حال اسلامی نسائیت کی ایک جہت اسے سیکولر نسائیت کے قریب بھی کرتی ہے۔[34] اسلامی نسائیت، مسلم معاشروں میں پدرانہ حکمرانی کے لیے ایک چیلنج کے طور پر ابھری ہے۔ اسلامی متون کی مردوں کے ذریعہ کی گئی تشریحات اور ترجمانیوں پر سوال اٹھانا توہین آمیز سمجھا جاتا تھا لیکن اب اسلامی نسائیت کی ترجمان خواتین ان طریقوں کو بدل رہی ہیں اور قرآن کی جدید تشریح و تعبیر کر رہی ہیں۔ یہ خواتین اپنے مذہب کے حکم کے خلاف نہیں بلکہ اس مذموم طرز عمل کے خلاف ہیں جو مذہب کے نام پر جاری ہے۔

اسلامی نسائیت جن حقوق نسواں کو فروغ دیتی ہے وہ مغربی حقوق نسواں سے مختلف ہے۔ اسلامی نسائیت پسند اپنے استدلال کو اسلام کے دائرہ کار میں رکھتے ہیں۔ خاندانی یا ثقافتی کے بجائے اسلامی تعلیمات کی پیروی پر ان کا اصرار ہے جو انہیں حقوق کی طویل جدوجہد کے اہداف حاصل کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔[35] بیشتر مسلم ممالک میں خواتین کا مقام و کردار ثانوی حیثیت کا حامل ہے جبکہ اسلام نے خواتین کو اپنی پسند کے مطابق شادی کرنے، جائیداد، تعلیم، روزگار اور وراثت کا حق دیا۔ ساتویں صدی میں دیے گئے ان حقوق میں سے زیادہ تر سے یا تو انکار کیا جا رہا ہے یا صرف جزوی طور پر مسلم خواتین کو دیے گئے ہیں۔ اب مسلم نسائیت پسند خواتین نہ صرف پوری طاقت کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہی ہیں بلکہ قرآن کی ان آیات کی بھی چھان بین کر رہی ہیں جو ان کی ثانوی

---

[34] Badran, Margot. Feminism in Islam: Secular and Religious Convergences. (Oxford: Oneworld, 2009).

[35] Ahmad, Ambar. "Islamic Feminism A Contradiction in Terms." New Delhi: FES India Papers. May 2012.accessed from https://library.fes.de/pdf-files/bueros/indien/11388.pdf.

حیثیت کی گواہی کے طور پر پیش کی گئیں ہیں۔ علی انجینئر کے مطابق "اسلامی نسائیت کا بیانیہ قرآن کے حقوق سے انحراف نہیں کرتا ہے اور ساتھ ہی قرآن کی ترجمانی کے ذریعے مردانہ نقطہ نظر کو بھی قبول نہیں کرتا ہے۔"[36] جبکہ سیکولر اور مغربی نسائیت، مسلم خواتین کے مخصوص سیاق وسباق کو مد نظر نہ رکھتے ہوئے صنف کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہے اور مذہبی اقدار اور تہذیبی حملے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا اسلامی نسائیت مسلم معاشروں کے حالات وحقائق کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے یہ بیانیہ فروغ پا رہا ہے۔

---

[36] Engineer. Ashgar Ali. Islam: Misgivings and History (New Delhi: Vitasta Publishing, 2008).138.